بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی مایۂ ناز کتاب

المقدمة السالمة في خوف الخاتمة

کا

سلیس اور رواں اردو ترجمہ

خوفِ خاتمہ

ترجمہ، تخریج و تحشیہ

محمد رئیس اختر مصباحی بارہ بنکوی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : المقدمة السالمة في خوف الخاتمة
مصنف : حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [متوفی:۱۰۱۴ھ]
ترجمہ : خوفِ خاتمہ
مترجم : محمد رئیس اختر قادری مصباحی
تقدیم، نظر ثانی و تصحیح: استاذی الکریم، ادیب اسلام، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی مدظلہ العالی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
کمپوزنگ : محمد اسلم مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور- 08127502520
اشاعت اول : ۲۰۱۷ء/۱۴۳۸ھ
صفحات : ۶۴
ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد، دکن
ہدیہ :

ملنے کے پتے

[۱] اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد۔09502314649
[۲] سنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی۔09867934085
[۳] مکتبہ انوار مصطفیٰ مغل پورہ، حیدر آباد۔09966352740
[۴] مکتبہ نور الاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدر آباد۔09966387400
[۵] مترجم کتاب، محمد رئیس اختر مصباحی۔09198411527

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

عرضِ ناشر ۵

عرضِ مترجم ۷

تقدیم ۱۱

حالاتِ مصنف ۱۹

حالاتِ مترجم ۲۴

مقدمۃ المصنف ۱۴

"اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ" کی تفسیر ۳۰

"مَكْرَ اللّٰهِ" کی تاویل ۳۰

مومن پر لازم ہے کہ امید و بیم کے درمیان رہے ۳۱

بعض مشایخ کا رد ۳۲

من قال: "لا إله إلا الله دخل الجنة" کا معنی ۳۳

صوفیہ کے کشف کی حیثیت ۳۴

امامِ اعظم کے قول "عرفناك حقَّ معرفتك" کا مطلب ۳۵

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا امامِ اعظم کے اقوال میں تعارض کا دفعیہ (حاشیہ) ... ۳۵

فقہ اکبر کی عبارت "ومات رسول الله على الإيمان" کی شرح ۳۶

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے کفر کے موقف سے ملا علی قاری کا رجوع (حاشیہ) .. ۳۷

جنتی ہونے کی شہادت کے تعلق سے اسلاف کے اقوال ۳۹

حکم ظاہر پر لگتا ہے ۴۰
"من رآني في المنام فقد رآني" کا مطلب ۴۱
شیخِ اکبر ابن عربی قدس سرہ کی طرف منسوب واقعہ کی حقیقت اور اس کا جواب (حاشیہ) ... ۴۱
خواب کی شرعی حیثیت ۴۲
علما میں خوفِ خدا ۴۳
بلعام بن باعور کا قصہ اور اس کا انجام ۴۶
حضرت فضیل بن عیاض کے ایک شاگرد کا واقعہ ۴۶
خاتمہ کے تعلق سے اقوال ۴۷
انبیاے کرام کے علاوہ سب کا انجام مبہم ہے ۴۸
اولیا اور ان کے اقوال و احوال پر اعتراض کا حکم ۴۹
حضرت حسین بن منصور حلاج کی تکفیر کا مسئلہ اور اس کی حقیقت (حاشیہ) ۴۹
حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ (حاشیہ) ۵۱
حضرت شیخ اکبر ابن عربی پر الزامات کا جواب (حاشیہ) ۵۲
حلول و اتحاد کے رد میں شیخ اکبر کی عبارتیں (حاشیہ) ۵۳
وحدت الوجود کی حقیقت (حاشیہ) ۵۳
قرآن و سنت اور اقوال سلف سے وحدت الوجود کا ثبوت (حاشیہ) ۵۴
ایک تقریبی مثال سے وحدت الوجود کی تفہیم (حاشیہ) ۵۴
اصلِ طریقت ۵۸
خاتمہ ۵۹
فہرست آیاتِ قرآنیہ ۶۰
فہرست احادیثِ نبویہ ۶۱
مصادر و مراجع ۶۲

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق ومالک ہے۔
بعد حمد خدائے تعالیٰ، بے شمار درود وسلام صاحبِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، ان کے اہل بیت پر اور ان کے محبوب اصحاب وائمۂ شریعت وطریقت پر۔

"خوف خاتمہ" حضرت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب " **المقدمة السالمة في خوف الخاتمة** " کا پہلا اردو ترجمہ ہے۔ ملا علی قاری نے بڑے ہی دل کش اور علمی انداز میں یہ کتاب عربی زبان میں مرتب کی ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں نے چاہا کہ یہ کتاب برِّ صغیر کے اردو خواں اہل ذوق کی خدمت میں پیش کی جائے۔ میری اس خواہش اور اہم علمی ودینی ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی محمد رئیس اختر قادری مصباحی بارہ بنکوی مد ظلہ العالی نے اس کتاب کا اردو زبان میں انتہائی شستہ، سلیس اور رواں ترجمہ کیا۔ ساتھ ہی اس میں وارد نصوص کی تخریج کی اور ضروری مقامات پر بیش قیمت حاشیہ بھی لگایا جس سے کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی۔

میں ممنون و مشکور ہوں ادیب اسلام حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی مد ظلہ

العالی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جنھوں نے کتاب پر نظر ثانی فرمائی، ساتھ ہی ایک گراں قدر تقدیم رقم فرما کر اس کی اہمیت کو اجاگر کر دیا۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن نے اپنے اشاعتی منصوبوں کے تحت الحمد للہ مختلف اہم عربی کتب ورسائل کا اردو ترجمہ کرانے کی سعادت حاصل کی ہے، یہ کتاب اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کی ٨٦/ ویں پیش کش ہے۔

دعا ہے کہ خدائے پاک اپنے حبیب صاحبِ لولاک ﷺ کے صدقے میں ان خدمات کو قبول فرمائے، اور مزید دینی وعلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو مفید اور نفع بخش بنائے۔

آمين بجاه النبي الأمين، وصلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين.

فقیر غوث جیلاں وسمناں

محمد بشارت علی صدیقی اشرفی

عرض مترجم

بسم الله الرحمن الرحيم

حامدا ومصليا ومسلما

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف عالم اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے ملت اسلامیہ کو اپنی تصانیف کی صورت میں ایسا خزانہ عطا کیا جو مسلسل خرچ ہونے کے باوجود بڑھتا ہی جارہا ہے۔ زیر نظر کتاب "المقدمة السالمة في خوف الخاتمة" بھی آپ کی ایک اہم تصنیف ہے۔ مجموعی حیثیت سے کتاب مفید تھی اور عصر حاضر کے تناظر میں اس کی ضرورت بھی تھی؛ کیوں کہ لوگوں کے دلوں سے خوف خدا ختم ہوتا جارہا ہے اور آخرت سے بے زاری بڑھتی جارہی ہے، ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال سلف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاے کرام اور رسولان عظام کے علاوہ کسی کو یقینی طور پر اپنے خاتمے کے بارے میں معلوم نہیں۔ اس لیے ہر شخص کو اللہ کی رحمت بے پایاں سے امید رکھنے کے ساتھ اس کے عذاب سے برابر ڈرتے رہنا چاہیے۔ لیکن کتاب کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے عوام الناس اس سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے محب گرامی جناب بشارت علی صدیقی مد ظلہ العالی (MBA) بانی اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن نے اس کے ترجمے کی فرمائش کی۔ ان کی

فرمائش پر ترجمہ کا کام شروع کر دیا اور چند ہی دنوں میں یہ کام مکمل بھی ہوگیا۔ پھر اصلاح اور نظر ثانی کے لیے استاذ محترم، والد گرامی، ادیب اسلام حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی دام ظلہ العالی استاذ جامعہ اشرفیہ کی بار گاہ میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ جن مقامات میں حضرت ملا علی قاری قدس سرہ نے جمہور اہل سنت اور صوفیہ ربانیین کے موقف کے خلاف موقف اختیار کیا ہے ، وہاں حاشیہ کی بھی ضرورت ہے تاکہ صحیح صورت حال سامنے آجائے اور قارئین کے لیے کتاب کی افادیت اور بڑھ جائے، راقم نے حضرت کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، ضروری مقامات پر حاشیہ بھی لگا دیا، پھر حضرت نے نہایت باریک بینی کے ساتھ پوری کتاب ملاحظہ فرمائی اور بہت سے مقامات پر قیمتی اور مفید اصلاحات سے نوازا، نیز ایک نہایت گراں قدر، مفید اور علمی مقدمہ بھی سپرد قلم فرمایا۔

بعض مشکل مقامات کے حل کے لیے مخدوم گرامی، عمدۃ المحققین، مرجع العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مد ظلہ العالی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کی بار گاہ سے رجوع کیا، حضرت نے ناچیز کی رہ نمائی کر کے کام میں بڑی آسانی پیدا فرمادی۔ میں شکریہ کے رسمی الفاظ سے ان بزرگوں کے آبگینۂ خلوص و شفقت کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔ اللہ تعالی ان حضرات کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کو ان کی خدمات جلیلہ کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

محب گرامی مولانا محمد ساجد الرحمن مصباحی زید مجدہ کا مشکور ہوں جنھوں نے ناچیز کے حالات قلم بند کیے اور اپنے قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا، خدائے پاک انھیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور دارین میں سرخ رو رکھے۔ آمین

اور محب محترم جناب بشارت علی صدیقی کا بھی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے

کتاب کے ترجمے کی ترغیب دی اور اس کی طباعت کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر حضرت مولانا محمد اسلم مصباحی، شعبۂ کمپیوٹر، جامعہ اشرفیہ کا شکریہ نہ ادا کیا جائے جنھوں نے بڑی محنت، اخلاص اور عرق ریزی کے ساتھ کتاب کی کمپوزنگ کی۔

مجھے اس بات پر بے انتہا مسرت ہے کہ یہ کام ابو الفیض، حافظ ملت، استاذ العلماء حضرت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ کے علمی چمن جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں تکمیل آشنا ہوا، بلا شبہہ اس کام میں ان کا روحانی فیض کار فرما ہے۔ میں اپنی اس ادنی کاوش کو اپنی مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے منسوب کرتا ہوں جس کی آغوش میں رہ کر میں پروان پڑھا، جس کے مقدس ماحول نے مجھے علمی بال و پر عطا کیے اور جس کی پاکیزہ فضاؤں نے فطرت بے نور کو ضیا بخشی۔

نیز اسے اپنے والدین کریمین کی طرف منسوب کرتا ہوں جنھوں نے میری تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، میرے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو سہارا دیا، ہر مشکل اور ہر قدم پر میری رہ نمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور جن کی دعاے سحر گاہی اور نالۂ نیم شبی نے مجھے کسی لائق بنایا، ربِّ کریم ان کا سایہ، صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ہمیں ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یوں تو ترجمہ کا کام بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جن لوگوں نے کبھی اس دشتِ مغیلاں کی آبلہ پائی کی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کما حقہ ترجمہ کا کام بہت مشکل اور دشوار ہے، کیوں کہ ترجمہ کلام کے مفہوم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا نام ہے جس کے لیے دونوں زبانوں میں مہارت کے ساتھ ان

کے محاورات، ضرب الامثال اور دیگر متعلقات سے واقفیت بھی ضروری ہے، یہ اس قدر نازک اور زہرہ گداز کام ہے کہ اس میں انسان کی ذرا سی چوک بھی ترجمہ کے بجائے رَجمِ عبارت (عبارت کے قتل وخون) کا باعث بن جاتی ہے۔اس لیے ترجمہ میں اگر کوئی خامی نظر آئے تو اسے اس حقیر کے قصور نظر پر محمول کریں اور از راہ اصلاح آگاہ فرمائیں اور خوبیوں کو محض فضل الٰہی اور اساتذۂ کرام کی شفقت و محبت اور فیض کا نتیجہ سمجھیں۔

صلی الله تعالی وسلم علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعین، وعلی من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین.

محمد رئیس اختر مصباحی
Mobile: 9198411527
Email: mohdraees92@gmail.com

۱۰/رجب ۱۴۳۸ھ
۸/اپریل ۲۰۱۷ء

تقدیم

ادیب اسلام حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی مدظلہ العالی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامدا و مصلیا و مسلما

اللہ تعالی کی رحمت و مغفرت کی امید کے ساتھ عذابِ الہی کا خوف، روحِ ایمان اور شانِ بندگی ہے، خوفِ آخرت، خوفِ جہنم، خوفِ اہوالِ قبر اور خوفِ خاتمہ سب خوفِ الہی اور خشیتِ ربانی کی مختلف صورتیں ہیں۔ قرآن کریم میں جابجا اس مومنانہ وصف کو مدح کے پیرایے میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ آیتیں درج ذیل ہیں:

۱ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

”اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ ط“ [الزمر:۹]

”کیا وہ شخص جس نے رات کی گھڑیاں گزاریں سجدہ اور قیام کرتے، آخرت سے ڈرتے ہوئے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے (کیا وہ نافرمانوں جیسا

ہو جائے گا؟)"

مطلب یہ ہے کہ ایک کافر و مشرک ہے جس کا حال اس سے پہلے والی آیت نمبر ۸ میں مذکور ہوا، اور دوسرا وہ شخص ہے جو ہر حال میں رات کے اوقات اللہ تعالی کے حضور عاجزی اور فرماں برداری کا اظہار کرتے ہوئے سجدہ وقیام کی حالت میں گزارتا ہے، آخرت کا خوف بھی اس کے دل میں ہے اور رب کریم کی رحمت کی امید بھی لگائے ہوئے ہے۔ یعنی خوف اور امید دونوں کیفیتوں سے سرشار ہے جو اصل ایمان اور روحِ ایمان ہے، کیا یہ دونوں ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

جو شخص خوف وامید کی کیفیتوں سے بہرہ ور ہو اس کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جب وہ نزع کے عالم میں تھا، تو آپ نے اس سے پوچھا: تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے (اس کے عذاب سے) ڈرتا بھی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس حالت میں جس کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں اللہ تعالی اسے وہ چیز عطا فرماتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس سے بچا لیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد لہ)

❷ ارشاد ربانی ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَ هُمۡ لَهَا سٰبِقُوۡنَ ﴿۶۱﴾"

(المؤمنون، ۲۳: ۵۷ - ۶۱)

"بے شک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، اور جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں ٹھہراتے، اور جو دیتے ہیں وہ جو دیتے ہیں جب کہ ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں کہ انھیں اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ (کہیں اس کی بارگاہ میں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں)، یہ لوگ بھلائیوں (کو سمیٹنے) میں جلدی کرتے ہیں اور یہی اس میں (سب سے) آگے نکلنے والے ہیں۔"

تفسیر خزائن العرفان میں اسی آیت کے تحت ہے: "حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: کہ "مومن نیکی کرتا اور خدا سے ڈرتا ہے اور کافر بدی کرتا ہے اور نڈر رہتا ہے۔"

سنن ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے آیت کریمہ: " وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ﴿۶۰﴾ " کے بارے میں سرور کونین ﷺ سے پوچھا: "کیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟" (کیوں کہ عذاب سے ڈرنا تو گنہ گاروں کا کام ہے۔) تو آپ نے فرمایا: نہیں اے بنتِ صدیق! اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے یہ اعمال رد نہ کر دیے جائیں۔ (اس کی دلیل آخری آیت " اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ " ہے۔) (مشکاۃ المصابیح، باب البکاء والخوف، ج:۲، ص:)

(۳) اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِیۡ وَ خَافَ وَعِیۡدِ ﴿۱۴﴾ (ابراہیم ۱۴: ۱۴)

"یہ (وعدہ) اس کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور

میری وعید سے خوف زدہ رہے۔“

④ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ﴿۴۱﴾ (النازعات، ۷۹: ۴۰، ۴۱)

”اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو (بے جا) خواہشات سے روکا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔“

احادیث نبویہ میں بھی اس مومنانہ وصف کو بیان کیا گیا ہے اور اس سے آراستہ انسان کے لیے دوزخ سے آزادی کی خوش خبری آئی ہے۔ ذیل میں اسی مضمون کی کچھ حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

① رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

”يقول الله تعالي: أخرجوا من النار من ذكرني يوما أو خافني في مقام“. (سنن ترمذی، ۴: ۷۲۱، حدیث: ۲۵۹۴)

”(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم سے ایسے شخص کو باہر نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا ہو یا کہیں بھی مجھ سے ڈرا ہو“۔

② حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

عينان لا تمسُّهما النارُ: عين بكت من خشية الله وعين باتت تحرس في سبيل الله. (سنن ترمذی، ۴: ۹۲، حدیث: ۱۵۳۹)

”دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی: (ایک) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی، اور (دوسری) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔“

③ حضرت ثابت بن سرح کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی تھی:

''اللّٰهُمَّ ارزقني عينين هَطَّالَتَيْنِ تبكيان بذروف الدموع، وتشفقانِ من خشيتك قبل أن يكون الدموع دما، والأضراس جمرا. (حلية الاولياء لأبي نعيم، ٢: ١٩٧)

''یعنی اے اللہ! مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو خوب برسنے والی ہوں، جو بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے خوف سے ڈری سہمی ہوں، اس سے پہلے کہ آنسو خون بن جائیں اور ڈارھیں آگ کے انگارے ہو جائیں۔''

(یعنی عذاب جہنم میں مبتلا ہونے سے پہلے اس عذاب کا خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ اشک ریزی کر کے رب کریم کو راضی کر لیں اور عذاب جہنم سے بچاؤ کا سامان کر لیں۔)

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ عينٍ باكيةٌ يومَ القيامة إلا عين غضت عن محارم الله، وعين سهرت في سبيل الله، وعين خرج منها مثل رأس الذباب من خشية الله. (حلية الاولياء لأبي نعيم، ٣: ٦٣ ● الترغيب والترهيب للمنذري، ٤: ١١٤، حديث: ٥٠٣٠)

''ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں (کو دیکھنے) سے بچی، اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی، اور وہ آنکھ جس سے خوف خدا میں مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکلے۔''

آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے علاوہ سلف صالحین، بزرگان دین بلکہ خود انبیاے سابقین کی حیات طیبہ میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں کہ اللہ تعالی کی رحمتِ بے پایاں کا امیدوار ہونے کے ساتھ ان کے دل خداے قہار وجبار کے خوف سے لب ریز اور ان کی آنکھیں اس سے اشک بار رہتی تھیں۔

زیر نظر کتاب حضرت ملا علی قاری ہروی ثمّ مکی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کے رسالہ ''المقدمۃ السالمۃ في خوف الخاتمۃ'' کا سلیس، شستہ اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے، حضرت مصنف اپنے وقت کے عظیم حنفی فقیہ، متکلّم، محدث، قاری، مورخ اور ادیب تھے۔ اس کتاب میں انھوں نے قرآنی آیات، نبوی احادیث اور اقوال سلف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاے کرام اور رسولان عظام کے علاوہ کسی شخص کو قطعی اور یقینی طور پر اپنے خاتمے کے بارے میں معلوم نہیں۔ اس لیے ہر شخص کو اللہ تعالی کی رحمت بے پایاں سے امید رکھنے کے ساتھ اس کے ہولناک عذاب سے برابر ڈرتے رہنا چاہیے، یہی اسلاف کرام کا طریقہ رہا ہے اور یہی بہت سی آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا مطلوب، خلاصہ اور نچوڑ بھی ہے۔

اس رسالے میں اصل موضوع پر بحث کے ضمن میں بعض ایسی باتیں بھی آگئی ہیں جو جمہور اہل سنت اور صوفیہ ربانیین کے موقف کے خلاف ہیں۔ جیسے سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ، مسئلہ وحدۃ الوجود وغیرہ۔ اس کے تعلق سے حاشیے میں اہل سنت اور صوفیہ کرام کا صحیح موقف تحقیق کے ساتھ معتبر کتابوں کے حوالے سے بیان کر دیا ہے، ترجمے اور تعلیق کے ساتھ جدید معیار کے مطابق تخریج کا کام بھی کیا گیا ہے۔

اس کے مترجم عزیز اسعد، مولانا مفتی محمد رئیس اختر قادری مصباحی زید علمہ

ومجدہ ہیں جو نوجوانی میں بھی عمر دراز اور تجربہ کار علما کی طرح علمی بصیرت اور پختگی رکھتے ہیں۔ ابتدا ہی سے انھوں نے اپنے اوقات فضول اور لایعنی کاموں سے بچاتے ہوئے علم وفن کی تحصیل میں صرف کیے، اپنی محنت، شوق، لگن اور خداداد ذہانت کی وجہ سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسی برصغیر کی معیاری درس گاہ میں درجہ اولی سے لے کر درجہ فضیلت تک اپنے کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرنے کے ساتھ ہر سال پورے جامعہ میں بھی سب سے زیادہ نمبر حاصل کرتے رہے۔

اس سے پہلے ان کی تین کتابیں شائع ہو کر قارئین سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں:

(۱) تنویر الأبصار في الأدعية الواردة في الأحاديث والآثار:
یہ کتاب ان مسنون دعاؤں کا مستند مجموعہ ہے جو احادیث نبویہ میں مختلف مواقع کے لیے آئی ہیں، کتاب کے دو باب ہیں، پہلے باب میں دعا کی فضیلت واہمیت، شرائطِ قبول، آداب اور قبولیت کے اوقات ذکر کیے گئے ہیں جب کہ دوسرے باب میں مختلف اوقات کی مسنون ومقبول دعاؤں کو اردو ترجمے کے ساتھ سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مارچ ۲۰۱۵ء میں مرکز مجلس ایوبی خانقاہ قادریہ ایوبیہ، رضانگر، پپرا کنک، کشی نگر، یوپی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) آداب زندگی: یہ کتاب شیخِ خراسان، صوفی کبیر حافظ امام ابو عبداللہ سُلمی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: ۳۲۵ھ — وفات: ۴۱۲ھ) کی عربی کتاب "آداب الصحبۃ وحسن العشرۃ" کا بامحاورہ، عام فہم اور سلیس ترجمہ ہے، جس کا مطالعہ کسی انسان کو اچھا انسان اور کسی معاشرے کو بہتر اور مثالی معاشرہ بنانے کے لیے کافی ہے۔ اس کتاب میں ترجمے کے ساتھ تخریج کا کام بھی جدید معیار کے مطابق کیا گیا

ہے۔ یہ کتاب بھی جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق فروری ۲۰۱۷ء میں اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن کے زیراہتمام شائع ہوکر مقبول انام ہوچکی ہے۔

(۳) قاموس الکلمات الصعبۃ (فرہنگ الفاظِ مشکلہ، اول، دوم):

یہ راقم سطور کی کتاب مصباح الانشاء اول ودوم کے مشکل عربی واردو الفاظ کی فرہنگ ہے جو اصل کتاب کے ساتھ جولائی ۲۰۱۵ء اور نومبر ۲۰۱۵ء میں مجلس برکات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے زیراہتمام شائع ہوچکی ہے۔

رب کریم اپنے محبوبان بارگاہ کے طفیل عزیز موصوف کی ان خدمات کو قبول فرمائے، دارین میں ان کاموں کی وہ جزا عطا فرمائے جو اس کی شان کریمی کے لائق ہے، اس طرح کے دوسرے علمی، ادبی اور دینی کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے، اور انھیں دین، علم، عمر، صحت، معیشت، ذہانت اور بصیرت میں بے حساب برکتوں سے شاد کام فرمائے۔

آمين بجاه النبي الكريم الأمين، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

مورخہ	نفیس احمد مصباحی
۸/رجب، ۱۴۳۸ھ	خادم تدریس جامعہ اشرفیہ
۶/اپریل، ۲۰۱۷ء	مبارک پور، اعظم گڑھ
بروز پنج شنبہ	یوپی

حالات مصنف

حضرت ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی ثم مکی

رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)

آپ کا اسم گرامی علی بن سلطان محمد اور لقب نور الدین ہے، اہل علم کے درمیان "ملا علی قاری" کے نام سے مشہور ہیں۔

فن قراءت میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے آپ کو "قاری" اور جائے ولادت "ہرات" کی طرف نسبت کرتے ہوئے "ہروی" کہا جاتا ہے۔

ولادت: آپ کے تذکرہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ خراسان (موجودہ جمہوریہ افغانستان) کے ایک بڑے شہر "ہرات" میں پیدا ہوئے۔ لیکن تاریخ ولادت کے تعلق سے سبھی تذکرہ نگار خاموش نظر آتے ہیں اس لیے اس تعلق سے کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی ولادت ۹۳۰ھ کے قریب ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم شہر ہرات میں حاصل کی، پھر قرآن کریم حفظ کیا، شیخ قاری معین الدین بن حافظ زین الدین ہروی سے علم تجوید و قراءت میں مہارت

حاصل کی۔

پھر جب سلطان بن حیدر معروف بہ ''شاہ اسماعیل'' ہرات پر قابض ہوا، جو ایک متعصب رافضی بادشاہ تھا تو اس نے قتل وغارت گری کا ماحول پیدا کیا۔ سنّی مسلمانوں کو بر سرعام قتل کرنے لگا اور علما کو اس بات پر مجبور کرنے لگا کہ بر سر منبر خلفاے راشدین کو برا بھلا کہیں، اہل سنت کے کئی نایاب کتب خانے تباہ وبرباد کر دیے۔ اس کے بارے میں مشہور مورخ علامہ قطب الدین حنفی مکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ''الإعلام بأعلام بیت اللہ الحرام'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

انھیں حالات سے پریشان ہو کر علماے کرام وہاں سے ہجرت پر مجبور ہو گئے، ایک اندازے کے مطابق ۹۵۲ھ کے بعد حضرت ملا علی قاری بھی ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں آپ کو علماے مکہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا اور ان کے علمی فیضان سے خوب مالا مال ہوئے۔

اپنی کتاب ''شم العوارض فی ذم الروافض'' میں فرماتے ہیں:

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے علم دین کی توفیق عطا فرمائی اور دار البدعت سے دیار سنت (مکہ مکرمہ) کی ہجرت کی توفیق عطا فرمائی اور یہاں مجھے ثابت قدم فرمایا''۔ (شم العوارض فی ذم الروافض،ص:۷، ناشر: مرکز الفرقان للدراسات الإسلامیة، (ط) ١٤٢٥ھ)

اساتذہ: آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کے ان اساتذہ کا ذکر نہیں کیا جن سے آپ نے ''ہرات'' میں تعلیم حاصل کی۔ ہاں! خود آپ نے اپنے رسالہ ''شم العوارض فی ذم الروافض'' میں اپنے ایک استاذ شیخ معین الدین بن حافظ زین الدین کا تذکرہ کیا ہے جن سے آپ نے علم تجوید وقراءت حاصل کیا۔ مکہ مکرمہ میں جن

جلیل القدر اساتذہ سے آپ نے اکتساب فیض کیا ان میں شیخ الاسلام علامہ شہاب الدین احمد بن محمد سعدی، انصاری، مصری ثمّ مکی معروف بہ ابن حجر ہیتمی شافعی (م: ۹۷۳ھ)، علامہ شیخ علاءالدین علی بن حسام الدین عبدالملک قرشی، جون پوری، برہان پوری، معروف بہ ''علی متقی ہندی'' صاحب ''کنزالعمال'' (م:۹۷۵ھ)، علامہ شیخ زین الدین عطیہ سُلمی شافعی (م: ۹۸۲ھ)، محدث عصر شیخ محمد سعید حنفی خراسانی (م: ۹۸۱ھ)، علامہ عبد الشکور حنفی مکی (م: ۹۸۴ھ) اور علامہ قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد نہروالی، ہندی ثمّ مکی حنفی (م:۹۹۰ھ) سرفہرست ہیں۔

تقویٰ و پرہیز گاری: حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ بڑے متقی، پرہیز گار، دنیا ومافیہا سے بے نیاز عالم دین تھے۔ آپ امرا و حکّام کی قربت، ان کے تحفے تحائف اور سرکاری ملازمت قبول کرنے کو اخلاص اور تقویٰ و پرہیز گاری کے لیے زہر ہلاہل سمجھتے تھے۔ اس تعلق سے آپ نے ''تبعید العلماء عن تقریب الخلفاء'' نامی رسالہ بھی تصنیف فرمایا۔

آپ ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے بقدر کفایت روزی پر اکتفا فرماتے تھے۔ آپ ایک اچھے کاتب بھی تھے، آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ہر سال نہایت خوش خطی کے ساتھ قرآن پاک لکھتے اور اس سے جو ہدیہ ملتا اسی سے گزارا کرتے۔ (الأعلام للزركلي، ج:٥، ص:١٢، دار الملايين، (ط) ٢٠٠٢م)

رشحات قلم: آپ کو تمام مروّجہ علوم و فنون میں عبور حاصل تھا۔ حدیث، فقہ، کلام، تفسیر، قراءت، تجوید، فرائض، سیر وتراجم، ادب، لغت، نحو وغیرہ مختلف علوم میں آپ نے کتابیں لکھیں۔ آپ کی قیمتی تصانیف آپ کے علمی مقام کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ ڈاکٹر خلیل ابراہیم قوتلای کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد ۱۴۸ ہے۔

کچھ اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

(١) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۸/ جلدوں میں) (٢) حاشية الجمالين على تفسير الجلالين (٣) شرح مسند الإمام الأعظم أبي حنيفة (٤) الأثمار الجنية في أسماء الحنفية (٥)فتح باب العناية بشرح كتاب النُّقاية (٦) الحزب الأعظم والورد الأفخم (٧) شرح ثلاثيات البخاري (٨) لباب إحياء علوم الدين للغزالي (٩) منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر (١٠) المورد الروي في المولد النبوي (١١) الأجوبة المحررة في البيضة المنكرة (١٢) شرح شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلاني(١٣)شرح الموطا برواية الإمام محمد (١٤)جمع الوسائل في شرح الشمائل للإمام الترمذي (١٥) أدلة معتقد أبي حنيفة في أبوي الرسول (١٦) شرح رسالة ألفاظ الكفر (١٧)شمّ العوارض في ذمّ الروافض (١٨) الحاشية على الهداية للمرغيناني (١٩) مناقب الإمام الأعظم وأصحابه (٢٠) نزهة الخاطر الفاتر في ترجمة سيدي عبد القادر (٢١) شرح الشاطبية (٢٢) شرح مغني اللبيب عن كتب الأعاريب (٢٣) رسالة في الردّ على من ذم مذهب الإمام أبي حنيفة (٢٤) القول السديد في منع خُلف الوعيد (٢٥)صِلات الجوائز في صلاة الجنائز .

تلامذہ: مکہ مکرمہ میں آپ کے خوانِ علم سے بے شمار تلامذہ نے خوشہ

چینی کی اور اپنے زمانے میں قابل قدر خدمات انجام دیں، ان میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) مفتی عبدالقادر طبری مکی شافعی (م:۱۰۳۳ھ)

(۲) شیخ الاسلام قاضِی عبدالرحمن بن عیسی مرشدی مکی حنفی (م:۱۰۳۷ھ)

(۳) فقیہ علامہ محمد ابن فروخ مُوْرَوی (م:۱۰۶۱ھ)

(۴) سید معظم حسینی بلخی

(۵) شیخ سلیمان بن صفی الدین یمانی۔

وفات: آپ کا وصال شوال ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا اور مکہ مکرمہ کے قبرستان ''جنّۃ المعلاۃ''میں سپرد خاک ہوئے۔ جب آپ کی وفات کی خبر مصر پہنچی تو ''جامع ازہر'' میں چار ہزار سے زائد افراد نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

☆☆☆☆☆☆

حالات مترجم

ازقلم: مولانا محمد ساجدالرحمن شبر مصباحی

ولادت: آپ کی ولادت ۱۵/ اگست ۱۹۹۳ء کو محلہ شیخن ٹولہ، قصبہ سدھور، ضلع بارہ بنکی، یوپی کے ایک دین دار، علما نواز گھرانے میں ہوئی۔ دینی وعلمی ماحول میں پرورش وپرداخت اور والدین کی تربیت نے آپ کو گوناگوں خوبیوں کا حامل بنادیا۔

نام اور سلسلۂ نسب: محمد رئیس اختر بن مولانا نفیس احمد مصباحی بن محمد زماں قادری

ابتدائی تعلیم: آپ کی تعلیم کا آغاز مدرسہ اسلامیہ بحرالعلوم، سدھور، ضلع بارہ بنکی یوپی سے ہوا، اور پرائمری درجہ اول کی تعلیم دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوپی سے حاصل کی، پھر ۱۹۹۸ء میں مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا اور پرائمری درجہ دوم سے پنجم تک کی تعلیم یہیں مکمل کی۔ ۲۰۰۷ء میں اشرفیہ انٹر کالج مبارک پور سے ہائی اسکول کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

دینی تعلیم: آپ نے درجۂ اعدادیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی مدظلہ العالی سے ۲/ ۳/ ماہ کی قلیل مدت میں حاصل کی پھر ۲۰۰۷ء میں اہل سنت کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجۂ اولی میں داخلہ لیا اور دس سال تک بڑی محنت ولگن کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے جس کے نتیجے میں ہر سال نہ صرف اپنی جماعت میں اول آئے بلکہ پورے جامعہ میں پہلی

پوزیشن سے کامیاب ہوتے رہے، یہاں تک کہ ۲۳/ مارچ ۲۰۱۵ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر اول نمبر سے آپ کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ پھر ۲۰۱۶ء میں جامعہ اشرفیہ کے شعبہ اختصاص فی الفقہ میں داخلہ لیا اور یکم مارچ ۲۰۱۷ء کو تحقیق فقہ وافتا کی دستار سے سرفراز ہوئے۔

آپ دور طالب علمی ہی میں اپنی جدو جہد، محنت وجفاکشی، سعی بلیغ، حسن اخلاق اور بے لوث کارکردگی کی وجہ سے اساتذہ وطلبہ کے محبوب نظر اور مرکز توجہ بن گئے۔

اس کے ثبوت کے لیے سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے وہ کلمات طیبات کافی ہیں جو انھوں نے موصوف کی کتاب "**تنویر الابصار فی الأدعیة الواردة فی الأحادیث والاٰثار**" کے مقدمہ میں تحریر فرمائے ہیں:

"عزیز سعید مولانا محمد رئیس اختر سلمہ دنیاے اہل سنت کی مشہور دانش گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے درجہ فضیلت کے لائق فائق طالب علم اور حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب (استاذ جامعہ اشرفیہ) کے فرزند ارجمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذہانت وفطانت کے ساتھ وقت کی قدر شناسی اور جدو جہد کی توفیق خیر عطا فرمائی ہے، جس کا فیض انھیں یہ ملا کہ ہر سال اپنے درجہ میں ایک نمبر پر آنے کے ساتھ جامعہ میں بھی اول آتے ہیں۔ علم دین صرف کسبی نہیں ہوتا، وہبی بھی ہوتا ہے مگر زیادہ تر عطیہ ربانی سے وہی لوگ سرفراز ہوتے ہیں جو اخلاص وللٰہیت کے ساتھ جہد مسلسل کے خوگر ہوتے ہیں۔" [مقدمہ تنویر الابصار، ص:۱۶]

بلا شبہہ آپ کا دور طالب علمی، اسلاف کے زمانہ طالب علمی کی تازہ مثال ہے اور آپ کا طریقۂ تعلیم وطرز زندگی طلبۂ مدارس کے لیے مشعل راہ ہے۔

اساتذہ: آپ نے جامعہ اشرفیہ میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے

اسمائے گرامی یہ ہیں:

● صدر العلما عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ● محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی ● سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ حضرت علّامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی ● نصیر ملّت حضرت علامہ نصیر الدین مصباحی ● حضرت علامہ عبد الحق رضوی ● حضرت علامہ شمس الہدیٰ مصباحی ● حضرت علّامہ مفتی معراج القادری ● حضرت مولانا اعجاز احمد مبارک پوری ● حضرت مولانا قاری ابو الحسن مصباحی ● حضرت علّامہ مفتی بدر عالم مصباحی ● حضرت علامہ اختر کمال مصباحی ● حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی ● حضرت علامہ صدر الوری قادری ● حضرت مفتی محمد نسیم مصباحی ● حضرت مفتی زاہد علی سلامی ● حضرت علامہ ناظم علی مصباحی ● حضرت مولانا نعیم الدین عزیزی ● حضرت مولانا جلال الدین نوری مصباحی ● حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی ● حضرت مولانا ساجد علی مصباحی ● حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی ● حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی ● حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی ● حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی ● حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی ● حضرت قاری قیام الدین غازی پوری ● جناب ماسٹر افضال احمد صاحب ● جناب ماسٹر محمد زبیر صاحب ● جناب ماسٹر حفیظ الرحمن صاحب۔ مدّ اللہ ظلالھم، و دامت فیوضھم و برکاتھم.

عصری تعلیم: آپ نے دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ عصری علوم بھی حاصل کیے اور بفضلہ تعالی اس میدان میں بھی کامیاب و کامراں رہے۔ چناں چہ ۲۰۰۹ء میں ایم پی انٹر میڈیٹ کالج مبارک پور سے انٹر کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن سے کامیاب ہوئے، ۲۰۱۳ء میں شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ سے بی اے اور ۲۰۱۵ء

میں اسی کالج سے ایم اے فائنل کیا۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ تمام امتحانات میں اعلی پوزیشن سے کامیاب ہوتے رہے اور تاحال دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تحصیل میں سعی بلیغ کر رہے ہیں۔

تعلیمی اسناد: ● قراءت حفص، مولوی، عالم، فاضل، تخصص فی الفقہ والاِفتاء (جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

● ہائی اسکول، انٹر میڈیٹ، بی اے، ایم اے (مختلف کالجز)

● منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل ادب عربی، فاضل دینیات (مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش)

● عربی ڈپلوما، اردو ڈپلوما (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان)

● کمپیوٹر ڈپلوما: CABA-MDTP (NIELIT CHANDIGARH)

رشحاتِ قلم: اللہ نے آپ کی ذات میں ہر طرح کی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں، آپ علم وعمل کے ساتھ تحریر وقلم کے بھی شہ سوار ہیں۔ میدان تصنیف و تالیف اور ترجمہ نگاری وانشا پردازی میں آپ کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کے کئی مضامین رسائل ومجلات کی زینت بن چکے ہیں اور جامعہ میں منعقد ہونے والے مقالہ نگاری کے مقابلوں میں متعدّد مقالات پر بیش قیمت انعامات سے بھی سرفراز ہوئے ہیں۔ آپ کے رشحات قلم درج ذیل ہیں:

(۱) تنویر الأبصار في الأدعية الواردة في الأحاديث والآثار: یہ کتاب احادیث وآثار میں وارد دعاؤں کا ایک حسین مجموعہ ہے، اس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دعا کے فضائل، آداب وشرائط اور قبولیت کے اوقات ومقامات تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔ ساتھ ہی تمام آیات واحادیث کی باب،

جلد اور صفحات وغیرہ کے ساتھ تخریج کی گئی ہے۔ یہ کتاب مرکز مجلس ایوبی خانقاہ قادریہ ایوبیہ بپراکنک کشی نگر یوپی کے زیر اہتمام جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ /مارچ ۲۰۱۵ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(۲) آداب زندگی:

یہ کتاب شیخِ خراسان، صوفی کبیر امام ابو عبد الرحمن سُلَمی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب ''آداب الصحبة وحسن العشرة'' کا نہایت شستہ اور سلیس اردو ترجمہ ہے۔ اس کا مطالعہ کسی انسان کو اچھا انسان اور کسی معاشرے کو بہتر اور مثالی معاشرہ بنانے کے لیے کافی ہے۔

یہ کتاب جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء میں اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد، دکن کے زیر اہتمام چھپ چکی ہے۔

(۳) قاموس الکلمات الصعبة (اول، دوم):

یہ کتاب موصوف کے والد گرامی حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی مد ظلہ العالی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی کتاب ''مصباح الانشاء'' کے مشکل الفاظ کی بہت عمدہ اور مفید فرہنگ ہے، جو اصل کتاب کے ساتھ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دیگر مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔

(۴) نظرة على المدارس العربية الإسلامية في شبه القارة الهندية:

یہ عربی زبان میں آپ کا تحقیقی مقالہ ہے جسے آپ نے عمدۃ المحققین صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کی زیر نگرانی تحریر کیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر نہایت اہم، وقیع، اور

معلومات سے لب ریز ہے۔ یہ مقالہ ابھی منتظر طباعت ہے۔

(۵) خوف خاتمہ:

یہ کتاب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اہم تصنیف ”المقدمة السالمة في خوف الخاتمة“ کا شستہ، سلیس اور رواں اردو ترجمہ ہے۔ موصوف نے اس کی تحقیق وتخریج کے ساتھ بعض مشکل مقامات پر حاشیہ بھی لگایا ہے جس میں علمی اور تحقیقی رنگ صاف طور پر جھلکتا ہے۔ یہ کتاب بھی اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن کے زیر اہتمام چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

(۶) مختلف موضوعات پر ایک درجن سے زائد مقالات ومضامین۔

مشغلہ: تعلیمی مصروفیات کے علاوہ دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف، تحقیق وترجمہ وغیرہ۔

از قلم

محمد ساجد الرحمن شبّر مصباحی

ریسرچ اسکالر جامعہ اشرفیہ مبارک پور

8009482382

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دی اور سیدھا راستہ دکھایا اور سلام ہو ان پر جو بلند اخلاق سے آراستہ ہیں، ان کی آل واصحاب، پیروکار، اعوان وانصار اور ان سب کی تعظیم کرنے والوں پر۔

اما بعد! حرم الٰہی میں پناہ لینے والا، خادمِ کتاب وسنت، **علی بن سلطان محمد ہروی قاری** کہتا ہے:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾“ [الأعراف:۹۹]

(کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نقصان والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔)

یعنی (اللہ کی خفیہ تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں) جنھوں نے کفر کر کے اور اس معاملے میں غور وفکر نہ کر کے اپنا نقصان کیا۔

اور ”مَكْرَ اللّٰهِ“ سے بطور استعارہ یہ مراد ہے کہ اللہ تعالی بندے کو نعمت اور آرام وآسائش کے ذریعہ ڈھیل دیتا ہے اور آزمائش اور مصیبت وپریشانی کے ذریعہ اس طرح اس کی گرفت فرماتا ہے کہ اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔

بعض اولیا کی کرامات کو بھی اسی زمرے سے شمار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾“[یوسف:۸۷]

(اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔)

توہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ آخرت کے تعلق سے امید وبیم اور مقبول ونامقبول ہونے کی درمیانی حالت میں رہے اور اس سے دھوکا نہ کھائے کہ بظاہر علما کی صورت اور اور صلحا کی سیرت پر ہے اور اسی طرح رحمتِ الٰہی سے ناامید بھی نہ ہو اگرچہ وہ فاسقوں اور جاہلوں کی روش پر ہو؛ کیوں کہ دارومدار خاتمہ پر ہے جسے قلمِ تقدیر پہلے ہی لکھ چکا ہے۔

حدیثِ صحیح میں ہے جسے صحاح ستہ کے مولفین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضِی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے:

"إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه في أربعين يوما، ثم يكون علقة مثل ذلك، ثم يكون مضغة مثل ذلك، ثم يبعث الله إليه ملكاً ويؤمر بأربع كلمات ويقال له: أكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أو سعيد، ثم ينفخ فيه الروح فإنّ الرّجل منكم ليعمل بعمل أهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخل النار، وإن الرجل ليعمل بعمل أهل النار حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل الجنة فيدخل الجنة." (۱)

---

(۱) • صحيح مسلم، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه، ج:۸،ص:٤٤.
• سنن الترمذي، باب إن الأعمال بالخواتيم، ج:٤، ص:٤٤٦.
• سنن البيهقي الكبرى، باب المرأة تضع سقطا، ج:۷، ص:٤۲۱.
• شعب الإيمان للبيهقي، الخامس من شعب الإيمان وهو باب في أن القدر خيره وشره من الله عز وجل، ج:۱، ص:۲۰٦.
• مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، ج:۱،ص:۳۸۲.

(ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں۔ پھر اللہ تعالی اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، مدتِ حیات اور اس کا نیک بخت اور بد بخت ہونا لکھ دو، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تو تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے، تو وہ جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے، تو وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔)

اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں اور اس مفہوم کی حدیثیں مشہور ہیں۔

متن العقائد میں "مواقف" اور "مقاصد" کے موافق لکھا ہے:

"اليأس من الله كفر والأمن من الله كفر".

(اللہ سے ناامیدی کفر ہے اور اس سے بے خوفی بھی کفر ہے۔)

جب آپ اس سے اور اس کی حقیقت سے واقف ہوگئے تو یہ بھی جان لیں کہ ہمارے زمانے کے بعض مشہور مشائخ سے یہ منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"من رآني دخل الجنة أو لم يدخل النار" (جس نے مجھے دیکھا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں نہیں جائے ہوگا۔)

ان کی یہ بات باطل اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

یہ بات ان اقوال میں سے ہے جو منہاجِ شریعت اور راہِ طریقت و حقیقت سے خارج ہیں، اس کے علاوہ "من رآني" (جس نے مجھے دیکھا) کا اطلاق کفار وفجار کو بھی شامل ہے اور اگر ہم یہ قید لگائیں کہ اس (من رآني) سے مراد مومن ہے تو یہ کہاں ضروری ہے کہ وہ ایمان ہی کی حالت پر مرے اور گناہ صغیرہ وکبیرہ کے صدور کی وجہ سے جہنم میں نہ جائے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ جو صاحبِ ایمان اسے دیکھے اور ایمان ہی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ بالآخر جنت میں داخل ہوگا تو اس بات کا فائدہ نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے بھی حاصل ہوجاتا ہے:

"من قال لا إله إلا الله دخل الجنة". (۲)

(جس نے لا الہ إلا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔)

مطلب یہ ہے کہ اگر اس سے جنت میں داخل ہونے سے مانع کوئی چیز صادر نہ ہو تو وہ اس میں داخل ہونے کا مستحق ہوگا اور یہ ایک عام چیز ہے جو اسے بھی شامل ہے جس نے اس (شیخ) کو دیکھا ہو اور اسے بھی شامل ہے جس نے اسے نہ دیکھا ہو بلکہ بسا اوقات اگر اللہ چاہے تو دیکھنے والے کو عذاب ہو اور نہ دیکھنے والے کی مغفرت۔

اور کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں خاص فضیلت حاصل ہے حالاں کہ انھیں

---

(۲) ● سنن الترمذي، باب فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلّا الله، ج:۵،ص:۲۳.
● صحيح ابن حبان، باب فضل الإيمان، ج:۱،ص:۳۶۳.
● صحيح ابن خزيمة، باب ذكر إيجاب الله عز وجل الجنة للصائم،ج:۳،ص:۳۰٤.
● مسند أبي يعلى، عبد العزيز بن صهيب عن أنس بن مالك، ج:۷،ص:۹.
● المعجم الكبير، سلمة بن نعيم الأشجعي، ج:۷،ص:٤۸.

اصل وفرع کی معرفت بھی نہیں ان کا یہ دعوی ہے کہ (من رآني) حضرت اویس قرنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد کی طرح ہے:

"إنه يشفع لهذه الأمة أكثر من ربيعة ومضر".(۳)

(وہ (اویس قرنی) قبیلۂ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کریں گے۔)

ان کے جواب میں یہ کہا جائے کہ آہن گروں (لوہاروں) کو بادشاہوں پر اور مال داروں کو فاقہ مستی کرنے والے محتاجوں پر قیاس نہ کرو کیوں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد سچا ہے اور یہ خبر برحق ہے اور ان کے علاوہ کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کل دنیا یا آخرت میں انھیں کیا حاصل ہوگا؟

سوال: ہوسکتا ہے انھیں کشف کے ذریعے معلوم ہوا ہو کہ انھیں اتنے لوگوں کی شفاعت کا حق ہے۔

جواب: اولیاے کرام کے مکاشفات ومحاضرات کا اس حیثیت سے کوئی اعتبار نہیں کہ امور شرعیہ یا امور حقیقیہ میں مکمل طور پر ان پر اعتماد کیا جائے، کیوں کہ انسان جب تک آلودگیوں سے پُر اس دنیا میں رہتا ہے اس کے لیے خدائی اسرار خوب واضح اور روشن نہیں ہوتے، برخلاف انبیاے کرام اور رسولانِ عظام کے (کہ ان کا معاملہ اس سے الگ ہے۔) اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

" لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ " [سورۂ ق: ۲۲]

---

(۳) ● المعجم الكبير للطبراني، صدي بن العجلان أبو أمامة الباهلي، ج:۸، ص:۲۷۵.

(بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔)

ہاں جو چیزیں کتاب و سنت کے مطابق عقائد دینیہ سے متعلق ہیں اگر ان کا ماننے والا بلند مقام پر ہے تو اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ پردہ ہٹا دے تو تمھارے یقین میں اضافہ ہو جائے۔

اسی وجہ سے ہمارے امام، امام اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالی عنہ) نے فرمایا:

عَرَفْنَاك حقَّ معرفتِك وما عَبَدْنَاكَ حقَّ عِبَادَتِكَ.

(ہم نے کما حقہ تیری معرفت تو حاصل کر لی لیکن کما حقہ تیری عبادت نہ کر سکے۔)، یہ بات فقہ اکبر میں فرمائی۔[۴]

---

(۴) اس مقام پر اس سے اعتراض ہوتا ہے جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

العجز عن درك الإدراك إدراك　　والبحث عن كنه ذات الله إشراك

(اس کے علم کی تہ تک رسائی سے عاجزی ایک علم ہے، اس کی ذات کی حقیقت کی تحقیق اور چھان بین شرک ہے۔)

اور جو شیخ رئیس علی ابن سینا نے کہا ہے:

اعتصم الورى بمغفرتك　　عجز الواصفون عن صفتك
الطف بنا فإننا بشر　　ما عرفناك حقّ معرفتك

(اے اللہ! مخلوق نے تیری مغفرت کی پناہ لی تعریف کرنے والے تیری تعریف سے عاجز ہو گئے۔ ہم پر رحم فرما؛ کیوں کہ ہم انسان ہیں، ہمیں تیری کما حقہ معرفت حاصل نہیں۔)

جواب: ان دونوں اقوال میں حقیقت ذاتِ الٰہی کی کما حقہ معرفت کی نفی ہے، کیوں کہ کسی کے لیے حقیقت ذاتِ الٰہی کی معرفت ممکن نہیں، اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے کلام میں ذاتِ الٰہی کو بتانے والے اوصاف کے ذریعے اس کی معرفت مراد ہے، یعنی اس کی ذات کو

اسی میں یہ بھی مذکور ہے:

”رسول اللہ ﷺ کے والدین کی وفات کفر پر اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ایمان پر ہوئی“۔

پہلے مسئلہ پر تو میں نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔(۵)

بتانے والی جو صفات قرآن کریم میں مذکور ہیں ان کے ذریعے ہم نے کما حقہ اس کو پہنچانا۔

علامہ سید احمد بن محمد حموی مصری رحمۃ اللہ علیہ ”غمز عیون البصائر شرح الأشباہ والنظائر“ میں لکھتے ہیں:

”الجواب عن ذلك أن مراد من نفى حق المعرفة معرفته بكنه ذاته، ومراد الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى معرفته حق معرفته بصفاته الدالة عليه.“

(ج:۲،ص:۸۸،کتاب السیر،باب الردۃ)

اور خود مصنفِ کتاب حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے شرح فقہ اکبر میں سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس قول کا مطلب یہ لکھا ہے:

أي نعرف الله تعالى حق معرفته كما وصف الله نفسه في كتابه بجميع صفاته، وليس يقدر أحد أن يعبد الله حق عبادته كما هو أهل له، ولكنّه يعبده بأمره كما أمر بكتابه و سنة نبيّه.

”یعنی ہم قرآن کریم میں اللہ تعالی کی بیان کردہ صفات کے ذریعے اس کی کما حقہ معرفت رکھتے ہیں، اور کوئی شخص کما حقہ اس کی ایسی عبادت نہیں کر سکتا جو اس کے شایانِ شان ہے۔“

(۵) نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان شرعی دلائل سے ثابت ہے، علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت سے کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر درج ذیل رسالے لکھ کر اس مسئلہ کو بالکل الم نشرح کر دیا ہے:

● مسالك الحنفا في والدي المصطفى ● التعظيم والمنة في أن أبوي النبي في الجنة ●الدرج المنيفة في الآباء الشريفة ●نشر العَلَمين المنيفين في إحياء

الأبو ين الشريفين ● المقامة السندسية في النسبة المصطفوية ● السبل الجلية في الآباء العليّة

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بھی اس موضوع پر ”شمول الإسلام لأصول الرسول الكرام“ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس کا مطالعہ ایمان میں تازگی اور عشق رسول میں اضافے کا باعث ہے۔

ابتدا میں اس سلسلے میں ملا علی قاری کا موقف بہت سخت تھا وہ (نعوذ باللہ) نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے قائل نہیں تھے، اس لیے انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا اور لکھ کر اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا تو وہ سخت برہم ہوئے اور اس مسئلہ پر اپنی تحریرات میں نہایت جامع کلام فرمایا اور ساتھ ہی انھیں اس مسئلہ سے رجوع کرنے پر آمادہ کیا تو اللہ کے فضل وکرم اور علوم اسلامیہ کی جلیل القدر خدمات کے صلہ میں آپ کو اس موقف سے رجوع کی توفیق مرحمت ہوئی۔

پھر آپ نے شرح شفا میں دو مقامات پر اس موضوع سے متعلق جمہور علماے اہل سنت اور خاص کر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے موقف کو ترجیح دی ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”وأما إسلام أبو يه ففيه أقوال، والأصح إسلامهما على ما اتفق عليه الأجلة من الأئمة كما بيّنه السيوطي في رسائله الثلاث المؤلفة“.

(رہا سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین کا مسلم ہونا تو اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں، لیکن ان کے مسلم ہونے کا قول ہی زیادہ درست ہے، امت مسلمہ کے جلیل القدر ائمہ نے اس موقف پر اتفاق کیا ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے تین رسائل میں اس کی تفصیل رقم فرمائی ہے۔)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ”وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصلاة والسلام أبو يه فالأصح أنه وقع، على ما عليه الجمهور الثقات كما قال السيوطي في رسائله الثلاث المولفة.“ (شرح الشفا، ج:۱، ص:۶۵۱، الباب الرابع، فصل في إحياء الموتى وكلامهم)

(اور علماے کرام نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے والدین کریمین کو زندہ فرمایا تو اصح یہ ہے کہ واقعی ایسا ہوا، یہی جمہور ثقات کا مذہب ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے

اور دوسرے مسئلہ کی شرح کے وقت میں سرگرداں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے بعض مقاصد کے ذریعہ شرحِ صدر فرمایا کہ تمام انبیاے کرام ابتدا سے انتہا تک کفر سے معصوم ہیں، تو رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کا وصال ایمان پر ہوا اور دوسرے اولیاے کرام اور بزرگان دین کی ایمان پر موت کے تعلق سے ہم یقینی فیصلہ نہیں کرسکتے اگرچہ ان سے کرامات کا ظہور ہو، ان کے حالات کامل ہوں اور وہ ہر طرح کی عبادات سے آراستہ ہوں۔ کیوں کہ اس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے اور وہ (عام) افراد انسانی سے پوشیدہ ہے۔ یہیں وجہ ہے کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالی علیہ اجمعین اور ان جیسے دوسرے حضرات کو حالات کے بدل جانے اور آخرت میں امیدوں پر پانی پھر جانے کا خوف تھا۔

یادرہے کہ کسی کے بارے میں جنت کی گواہی کے تعلق سے تین پسندیدہ اقوال ہیں:

(ا) صرف انبیاے کرام کے لیے اس کی گواہی دی جاسکتی ہے۔ یہ قول محمد ابن حنفیہ سے منقول ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہبِ مختار ہے کیوں کہ یہ ایک قطعی اور یقینی چیز ہے۔

اپنے تین رسائل میں ذکر فرمایا۔)

لہذا جب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے از خود اپنے موقف سے رجوع فرمالیا اور جمہور کے موقف کی تائید فرمائی تو اب کسی کے لیے روا نہیں کہ ان کی طرف غلط موقف کی نسبت کرے اور ان کی کتب مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ایمان والدین کے تعلق سے جو کلام مذکور ہے وہ رجوع سے پہلے کا ہے لہذا اسے ہرگز دلیل نہیں بنانا چاہیے۔ کیوں کہ شرح الشفا آپ کی آخری عمر کی تصنیف ہے اس کے اختتام پر آپ نے خود تالیف کی تاریخ "رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ" لکھی ہے یعنی وصال سے صرف تین سال قبل وہ شرح لکھی۔ جب کہ مرقاۃ المفاتیح کے اخیر میں تاریخِ تالیف "ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ" تحریر ہے تو یہ پہلے کی تصنیف ہوئی۔

(۲) ہر اس مومن کے بارے میں اس کی گواہی دی جا سکتی ہے جس کے تعلق سے نص موجود ہے۔ یہ بہت سے علما کا قول ہے لیکن اصل کے لحاظ سے یہ ظنّی ہے۔

(۳) اس کے بارے میں بھی یہ گواہی دی جا سکتی ہے جس کے متعلق اہل ایمان (نیکی کی) شہادت دیں، جیسا کہ صحیحین میں ہے:

أنه مرّ بجنازة، فأثنوا عليها بخير، فقال النبي ﷺ: وجبت. ومرّ بأخرى فأثنوا عليها بشرٍّ، فقال: وجبت. فقال عمر رضي الله تعالى عنه: يا رسول الله! ما وجبت؟ فقال عليه الصلاة والسلام: هذا أثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة وهذا أثنيتم عليه شرا وجبت له النار، أنتم شهداء الله في الأرض.(٦)

(نبی کریم ﷺ ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو فرمایا: واجب ہو گئی، اور دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو فرمایا: واجب ہو گئی، اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا واجب ہو گئی؟ فرمایا: تم لوگوں نے ایک کی اچھائی

---

(٦) ● صحيح البخاري، باب ثناء الناس على الميت، ج:١،ص:٤٦٠.
● صحيح مسلم بمعناه، باب فيمن يثنى عليه خير أو شر من الموتى، ج:٣،ص:٥٣.
● مسند أحمد بمعناه، الجزء العشرون، ج:٢٠،ص:٢٦٩.
● مسند البزار بمعناه، مسند أبي حمزة أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، ج:٢،ص:٢٨٣.
● شرح السنة للبغوي، باب الطاعون، ج:٣،ص:٧٥.
● السنن الكبرى للنسائي، باب الثناء على الميت وذكر بما كان فيه من الخير، ج:٤،ص:٧٤.

بیان کی تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور ایک کی برائی بیان کی تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی، تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔)

اس کی بنیاد یہ ہے کہ ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے اور اس میں اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ یہ امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی اور کسی کے لیے یہ روا نہیں کہ اس امت کے کسی فرد کے لیے دوزخ میں داخل ہونے یا جنت میں جانے کی گواہی دے، ہاں اسے صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر اس میں کوئی بھلائی دیکھے تو حسن ظن کی وجہ سے یا اس کی طرف سے علم، عمل، نیکی اور دین داری کے ظہور کی وجہ سے اس کی اچھائی بیان کرے۔ اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ اگر اس میں نفاق کو بتانے والی کوئی چیز یا کبیرہ گناہوں کا مشاہدہ کرے مثلاً وہ حرام مال کھاتا ہے، اور وقف کے حقوق واجبہ کی ادائگی کے بغیر مالِ وقف لے لیتا ہے تو اس کی برائی بیان کرے۔

اس لایعنی دعوے کی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جسے بعض جہلا نے ذکر کیا کہ ایک صاحبِ کشف شخص رو رہا تھا کیوں کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ اس کے گھر کا ایک فرد عذاب میں ہے، پھر اس تعلق سے اس کی ملاقات شیخ ابن عربی سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا: اس شخص نے مجھے نہیں دیکھا، وہ بغداد میں نہیں تھا (اس لیے اسے عذاب ہو رہا ہے)۔ (۷)

---

(۷) ● **اوّلاً:** تو اصل واقعہ یہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ سے یہ حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لا إله إلا الله کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے اتنی بار لا إله إلا الله پڑھا تھا اور اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا، ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا، کھانا کھاتے کھاتے اور رونے لگا، میں نے رونے سبب پوچھا، کہا: اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا، فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں: فعرفتُ صحةَ الحديث بصحة كشفه وصحة

اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جن کا غلط ہونا ظاہر ہے۔

سوال: ہو سکتا ہے قائل نے خواب میں نبی کریم ﷺ کے رخِ زیبا کی زیارت کی ہو اور آپ نے اس کے لیے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہو؟

جواب: یہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ اصول ایمان اور احکام اسلام کے خلاف ہے۔

اور یہ نہ کہا جائے کہ حدیث شریف میں ہے "من رآني في المنام فقد رآني فإن الشیطان لا یتمثل بي." (۸)

كشفه بصحة الحديث. (تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔)

اس واقعہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ "منیر العین في حکم تقبیل الإبهامین" میں ذکر کیا ہے۔ اور خود حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقات شرح مشکاۃ، ج:۳، ص:۳۰ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان پاکستان) میں اسے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ انھوں نے فرمایا ہو کہ وہ جہنم میں اس لیے ہے کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

ثانیاً: اگر یہ واقعہ ثابت بھی ہو تو اس کا مطلب وہ نہیں جو بظاہر معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھتا اور مجھ سے ملاقات کرتا تو میری صحبت کی برکت سے بد عملی سے باز رہتا جس کے نتیجے میں عذاب نار سے محفوظ رہتا۔ اس لیے اس کے ظاہری مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شیخ اکبر قدس سرّہ پر اعتراض کسی طرح مناسب نہیں۔

(۸) ● صحیح البخاري، باب من رأى النبي ﷺ في المنام، ج:٦،ص:٢٥٦٧.
● صحیح مسلم، باب قول النبي من رآني في المنام فقد رآني، ج:٧،ص:٥٤.
● صحیح ابن حبان، کتاب الرؤیا، ج:١٣،ص:٤١٧.
● سنن الترمذي، باب قول النبي ﷺ من رآني في المنام فقد رآني، ج:٤،ص:٥٣٥.
● سنن ابن ماجه، باب رویة النبي ﷺ، ج:٢، ص:١٢٨٥.
● سنن الدارمي، باب في رویة النبي ﷺ في المنام، ج:٢،ص:١٦٦.
● مسند أبي یعلی، مسند عبد الله بن مسعود، ج:٩،ص:١٦١.
● مسند أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود، ج:١،ص:٣٧٥.

(جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھی کو دیکھا؛ کیوں کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا)

کیوں کہ اس کی تحقیق میں بڑا کلام ہے جسے ہم نے "شرح الشمائل" میں ذکر کیا ہے اور ہمیں اربابِ علم و فضل سے اس کی نقل و روایت میں کامیابی نہ ملی۔

اس مقام میں خلاصۂ کلام وہ ہے جسے حجۃ الاسلام امام غزالی نے ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد (فقد رآني) سے جسم کا دیکھنا مراد نہیں بلکہ اس شبیہ کا دیکھنا مراد ہے جو اس معنی تک پہنچانے کا ذریعہ اور آلہ ہے جو نفس الامر میں ہے اور آلہ یا تو حقیقی ہوگا یا خیالی، اور نفس الامر خیالی شبیہ کے علاوہ ہے تو نظر آنے والی شکل نہ تو نبی کریم ﷺ کی روح ہے نہ ہی جسم، بلکہ حقیقت میں شبیہ ہے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ غیر انبیا کے حق میں خواب معتبر نہیں، ساتھ ہی ساتھ کبھی خوابوں میں ایسی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس مقام کے اعتبار سے خواب دیکھنے والے یا اس کے علاوہ دوسرے شخص کے مناسبِ حال ہو۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اسے اسلامی اصول کے خلاف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو باجماعِ علما اسے اس حکم پر عمل کی اجازت نہیں۔ اسی وجہ سے صاحبِ "مواقف" نے فرمایا:

"أما الرؤيا فخيال باطل، ليس تحته طائل عند المتكلمين. أمّا عند المعتزلة فلفقد شرائط الإدراك، وأما عند الأصحاب إذلم يشترطوا شيئا من ذلك فلأنّه خلاف العادة فلا ينبني عليه ما يتعلق بأمر العبادة، ولا بالحكم على أحد بالشقاوة و السعادة، رزقنا الله الحسنى والزيادة."

"متکلّمین کے نزدیک خواب ایک بے اصل اور بے فائدہ خیال ہے، معتزلہ

کے نزدیک تو اس لیے کہ شرائط ادراک مفقود ہیں اور ہمارے اصحاب (اہل سنّت) کے نزدیک اس لیے کہ انھوں نے اس میں سے کسی چیز کی شرط ہی نہیں لگائی؛ کیوں کہ یہ خلاف عادت ہے، لہذا اس پر عبادت اور کسی کے نیک بخت یا بد بخت ہونے سے متعلق کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اللہ ہمیں بھلائی (جنت) اور اس سے بڑی نعمت (دیدار الٰہی) سے بہرہ ور فرمائے۔"

اس مقام میں ہم نے جو بیان کیا اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مشایخ کرام اور علماے عظام میں دوسرے لوگوں سے زیادہ خوفِ خدا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے:

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" [سورۃ فاطر:۲۸]

(اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔)

اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

أنا أخشاكم لله.(۹) (میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔)

---

(۹) • صحيح مسلم، بمعناه، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ج:۳،ص:۱۳۸.
• صحيح ابن حبان، باب صوم الجنب، ج:۸،ص:۲۷۱.
• صحيح ابن خزيمة، باب الدليل علي أن الصوم جائز لكل من أصبح جنبا واغتسل بعد طلوع الفجر، ج:۳،ص:۲۵۲.
• سنن أبي داؤد، باب فيمن أصبح جنبا في شهر رمضان، ج:۲،ص:۲۸۵.
• السنن الكبرى للبيهقي، باب من أصبح جنبا في شهر رمضان، ج:٤،ص:۲۱۳.
• شرح معاني الآثار، باب الرجل يصبح في يوم من شهر رمضان جنبا، ج:۲،ص:۱۰٦.

سید التابعین امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں یہ بیان کیا گیا کہ ہناد نامی ایک شخص کو ایک ہزار سال عذاب دیے جانے کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا وہ کہہ رہا ہوگا: یا حنّان! یا منّان! (۱۰)

یہ سن کر امام حسن بصری رو پڑے اور فرمایا "کاش میں ہناد ہوتا!" لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی تو فرمایا: تم پر افسوس! کیا وہ بالآخر ایک دن جہنم سے نکل نہیں جائے گا اور ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "مجھے یوسف بن اسباط کے حوالے سے یہ خبر ملی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا تو وہ رات بھر روتے رہے، میں نے عرض کیا: آپ گناہوں پر رو رہے ہیں؟ انھوں نے (یہ سن کر) زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالی کی بارگاہ میں گناہ اس تنکے سے زیادہ ہلکے ہیں، مجھے تو یہ خوف ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے اسلام نہ سلب کر لے۔"

مروی ہے کہ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے ایک آئینہ لیا اور اس میں دیکھ کر فرمایا: بڑھاپا رونما ہو گیا، برائی ختم نہیں ہوئی، نہ معلوم کل کیا ہوگا؟ آپ کا یہ قول اللہ تعالی کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

"وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ" [سورۃ لقمان:۳۴]

(کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی)

---

(۱۰) • شعب الإيمان للبيهقي، بمعناه، فصل في القصاص من المظالم، ج:۱، ص:۳۰۵.
• كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، باب آخر أهل الجنة دخولا، ج:۱٤، ص:۵۱۱.

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

إنما الأعمال بالخواتيم. [(۱۱)] (اعمال کا دارومدار خاتمے ہی پر ہے۔)

کسی فقیر نے ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امتحان لیتے ہوئے ان سے پوچھا: آپ کی داڑھی افضل ہے یا کتے کی دم؟ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا: ''اگر ایمان پر موت نصیب ہوئی تو میری داڑھی افضل ہے ورنہ کتے کی دم''۔

گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا:

''وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ'' [الأعراف:۱۷۵،۱۷۶]

(اے محبوب! انھیں اس شخص کا حال سنادو جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب اسے بلند کر دیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے۔)

اور اصحابِ کہف کے واقعے میں غور کیا:

---

(۱۱) ● صحيح البخاري، باب العمل بالخواتيم، ج:٦،ص:٢٤٣٦.

● مسند أحمد بن حنبل، حديث أبي مالك سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه، ج:٥،ص:٣٣٥.

● صحيح ابن حبان، باب ماجاء في الطاعات وثوابها، ج:٢،ص:٥٢.

● مسند أبي عوانة، بيان انتزاع الأمانة من القلوب ورفعها وأن القلب إذا أشرب الميل إلى فتنة وإلى صاحبها ولم ينكرها بقلبه وركن إلى صاحبه ران على قلبه وانتزع الإيمان منه، ج:١،ص:٥٥. دار المعرفة، بيروت.

"وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ" [الکھف:۱۸]

(اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے۔)

مروی ہے کہ بلعام بن باعورا اسی کتے کی صورت میں جہنم میں داخل ہو گا اور کتا بلعام بن باعورا کی صورت میں جنت میں داخل ہو گا۔

اور بلعام کی یہ حیثیت تھی کہ جب نگاہ اٹھاتا تو عرش تک دیکھ لیتا، اس کی مجلس علم میں طلبہ کی بارہ ہزار دواتیں تھیں جن سے وہ لکھتے تھے اور اس سے صرف ایک ہی لغزش ہوئی کہ وہ دنیا اور دنیا داروں کی طرف مائل ہوا اور اللہ کے ایک دوست کی عظمت کا انکار کیا، جس کے نتیجے میں اس سے معرفت الٰہی چھین لی گئی اور دنیا و آخرت میں وہ سزا کا مستحق ٹھہرا۔

منقول ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض کے ایک شاگرد کی وفات کا وقت قریب ہوا حضرت فضیل اس کے پاس تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ کر سورہ "یٰسٓ" پڑھی تو اس نے کہا: اے میرے استاذ! یہ نہ پڑھیے۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔ پھر اسے لا إله إلا الله کی تلقین کی تو اس نے کہا میں نہیں پڑھتا؛ کیوں کہ میں اس سے بے زار ہوں، اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی۔

تو فضیل بن عیاض اپنے گھر تشریف لے گئے اور چالیس دن تک روتے رہے، گھر سے باہر نہ نکلے پھر خواب دیکھا کہ اسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو اس سے دریافت فرمایا: کس وجہ سے اللہ نے تم سے اپنی معرفت چھین لی حالاں کہ تم میرے سب سے ذی علم شاگرد تھے؟

تو اس نے کہا: تین چیزوں کی وجہ سے: (۱) چغل خوری (۲) حسد (۳) مجھے ایک بیماری تھی، میں طبیب کے پاس گیا اور اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ

ہر سال ایک پیالہ شراب پیو اگر ایسا نہیں کرو گے تو یہ بیماری باقی رہے گی، چناں چہ میں شراب پیتا تھا۔

اللہ کے غضب سے اسی کی پناہ جس (کے برداشت) کی ہم میں طاقت نہیں۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے: جو شخص اپنے دین کے معاملے میں بے خوف ہوا اس کا دین سلب کر لیا جاتا ہے۔

کسی نے کہا: جب تم کافروں کے حال اور دائمی طور پر ان کے جہنم میں رہنے کے بارے میں سنو تو اپنے بارے میں اس حالت سے مطمئن نہ ہو؛ کیوں کہ یہ معاملہ خطرناک ہے اور پتہ نہیں کہ انجام کیا ہوگا اور تقدیر میں کیا لکھا ہے اور اوقات کے خالص اور صاف و شفاف ہونے سے دھوکا نہ کھاؤ کیوں کہ اس کے نیچے پوشیدہ آفتیں ہوتی ہیں۔

کسی نے کہا:

"اے عصمتوں سے فریب کھانے والے گروہ! اس کی تہ میں طرح طرح کی مصیبتیں ہیں، اللہ تعالی نے ابلیس کو اپنی لطیف نعمتوں سے نوازا، حالاں کہ وہ اس کی بارگاہ میں در حقیقت ملعون ہے اور بلعام بن باعورا کو انوارِ ولایت سے سرفراز فرمایا حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عداوت کی راہوں پر ہے۔"

حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے تھے:

ہم (اپنے انجام کے تعلق سے) کس طرح مطمئن ہو جائیں جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (بارگاہِ الٰہی میں) عرض کرتے ہیں: "وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ﴿۳۵﴾" [ابراہیم:۳۵]

(مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے بچا)

اور حضرت یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں: "تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ

بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ” [یوسف:۱۰۱]

(مجھے اسلام کی حالت پر موت دے اور نیکوں میں شامل کردے۔)

حاصل کلام یہ ہے کہ معاملہ پوشیدہ ہے اور خطرہ بہت بڑا ہے کیوں کہ انبیاے کرام کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ ان دونوں گروہوں میں سے کس میں ہے جن کا ذکر اللہ تعالی کے اس ارشاد میں ہے:

” فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ” [الشوری:۷]

(ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔)

نیز ارشاد ربانی ہے:

” هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ” [التغابن:۲]

(وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مسلمان ہے۔)

اور اللہ تعالی کا یہ بھی ارشاد ہے:

” يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ” [آل عمران:۱۰۶،۱۰۷]

(جس دن بعض چہرے روشن اور بعض سیاہ ہوں گے تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب اس کفر کے بدلے میں عذاب چکھو، اور جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کے ثواب کی امید دونوں تھی، اسی لیے ارشاد فرمایا:

لو قيل لي يوم القيامة: لن يدخل الجنّة إلّا واحد أرجو أن

أكون أنا، و إن قيل: لن يدخل النار إلا واحد أخاف أن أكون أنا.

”اگر مجھ سے بروزِ قیامت کہا جائے کہ جنت میں صرف ایک شخص داخل ہوگا تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر کہا جائے کہ جہنم میں صرف ایک شخص داخل ہوگا تو مجھے خوف ہوگا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔“

اس مقام کی تحقیق تفصیلی گفتگو کی متقاضی ہے (بنظرِ اختصار یہاں) ہم اس سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

سوال: اولیاے کرام کے حالات کے بارے میں ان کی بات مانی جاتی ہے، اور ان کے اقوال پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔

جواب: ہم اسے نہیں مانتے، کیوں کہ شیخ الاسلام قطب الانام، مقرّبِ بارگاہ الٰہی، شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اعتراض کیا جو حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”میں نے فرش سے جاکر عرش کے مقابل خیمہ نصب کر دیا۔“

شیخ عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں: شاید اس قول کی نسبت ان کی طرف جھوٹی ہے کیوں کہ از روئے شریعت یہ بات کفر ہے اور در حقیقت بیہودہ اور حقیقت سے بعید ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفا شریف میں ذکر فرمایا کہ مقتدر باللہ کے دورِ حکومت میں بغداد کے فقہا منصور حلاج کو قتل کرنے اور سولی دینے پر متفق ہو گئے تھے کیوں کہ منصور حلّاج، الوہیت کے مدعی، حلول کے قائل تھے اور ”أنا الحق“ کہتے تھے حالاں کہ بظاہر شریعت پر عمل پیرا تھے لیکن فقہا نے ان کی توبہ قبول نہیں کی۔ (۱۲)

---

(۱۲) حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہ ”أَنَا لَأَحَقُّ“ (میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔) کہتے تھے، لوگوں نے ”أَنَا الحقُّ“ (میں حق ہوں) سمجھا، اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے وہ مرتد ہے۔ اور مرتد کی سزا قتل ہے، اسی وجہ سے فقہا نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا۔ ورنہ حقیقتِ

واقعہ کچھ اور ہے، جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ فتاوی رضویہ میں ذکر کیا ہے۔ "أَنَا لَأَحَقُّ" کا پس منظر سمجھنے کے لیے پورا واقعہ پیش خدمت ہے:

"حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام اور ان کا اسم گرامی حسین ہے، یہ اکابر اہل حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبۂ ولایت و معرفت میں زائد تھیں، وہ رات کے آخری حصّے میں جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی میں مصروف ہوتیں، ایک دن ان کی آنکھ کھلی بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتہ نہ چلا، ان کو وسوسہ گزرا، دوسری رات میں قصداً سوتے میں جان کر جاگتے رہے، وہ اپنے وقت پر اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لیے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا اور ان کے دہن مبارک کے برابر آ لگا، انھوں نے پینا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے، بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمھیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لیے چھوڑ دو، انھوں نے ایک گھونٹ چھوڑ دیا، اِنھوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی، ہر در و دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ "کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟" انھوں نے کہنا شروع کیا: "أَنَا لَأَحَقُّ" (میں سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں) لوگوں کو سننے میں آیا "أَنَا الْحَقُّ" (میں حق ہوں)، وہ دعوی خدائی سمجھے، اور یہ کفر ہے، اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من بدّل دينه فاقتلوه" (جو اپنی دین بدل دے اسے قتل کر دو۔)

رواه أحمد والستة إلّا مسلما عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما. واللہ تعالیٰ اعلم

اس سے معلوم ہوا کہ "أنا لَأَحَقُّ" کہتے تھے لیکن فقہا نے اسے "أنا الحقُّ" سمجھا اور چوں کہ شریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے اس لیے ظاہر پر حکم لگاتے ہوئے کفر کا فتوی دیا۔ اور اگر وہ "أنا الحَقُّ" بھی کہتے رہے ہوں تب بھی اس میں تاویل کی جائے گی کہ ان کی ذات، اللہ رب العزت کی تجلی کا مظہر تھی اور زبان کلامِ حق کی ترجمان، ان کی زبان سے "أنا الحَقُّ" اسی طرح نکلا جس طرح درختِ موسی علیہ السلام سے "إني أنا الله رَبُّ العلمين" کی آواز آئی تھی، ظاہر ہے کہ درخت نے خود کو رب نہیں کہا تھا بلکہ اس وقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا، تو کیا اللہ

رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بندے حسین بن منصور حلاج پر نہیں ؟نہیں، نہیں وہ ضرور تجلیِ ربانی تھی، کلام ان کی زبان سے سنا جاتا تھا اور متکلّم اللہ عزوجل تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فتاوی رضویہ میں رقم طراز ہیں:

حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقتِ ورودِ تجلیِ خاص شجرۂ موسی ہوتے ہیں سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا:

يٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ (القرآن الکریم: ۲۸/ ۳۰)

(اے موسیٰ! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا) کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ، بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں، وہ ضرور تجلیِ ربانی تھی، کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلّم اللہ عزوجل تھا، اسی نے وہاں فرمایا:

يٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ (القرآن الکریم: ۲۸/ ۳۰)

اسی نے یہاں بھی فرمایا:

"سبحاني ما أعظم شاني". (میں پاک ہوں اور میری شان کتنی بلند ہے۔ت)

(تذکرۃ الاولیاء، باب ١٤، ذکر بایز ید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، ص۱۱۲)

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ "لوائی أرفع من لواء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم".

(تذکرۃ الاولیاء، باب ١٤، ذکر بایز ید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص۸۹، ۱۱۲)

(میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ ت) بیشک لوائے الٰہی لوائے محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے)

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلّطِ جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلا شبہہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہو چکا، ظاہر بینوں، بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ "سبحاني ما أعظم شاني" کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا، کہا: آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے، میں بخوشی تمھیں اجازت

اور شیخ علاء الدولہ سمنانی نے شیخ ابن عربی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے جو "فتوحات مکیہ" کے شروع میں ہے: "سبحان من أوجد الأشياء وهو عينُها". (پاک ہے وہ ذات جس نے چیزوں کو وجود بخشا اور وہ عین اشیا ہے۔) اور اس کی وجہ سے اور اس جیسے دوسرے اقوال کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے۔ اس مسئلہ کو میں نے ایک مستقل رسالہ (رد الفصوص) میں واضح کیا ہے۔(۱۳)

دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر ماردو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے، یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا سبحاني ما أعظم شاني. "مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے"۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا، وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا۔ واللہ اعلم (فتاوی رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۶۶۰،۶۶۶،مطبع برکات رضا، پوربندر، گجرات)

(۱۳) جن حضرات نے اس قول اور ان جیسے دیگر اقوال کی بنیاد پر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی تکفیر کی ہے صحیح یہ ہے کہ انھوں نے نہ تو مسئلہ وحدۃ الوجود کو سمجھا اور نہ وحدت واتحاد کے درمیان فرق کیا، انھوں نے یہ سمجھا کہ شیخ واجب اور ممکن کے درمیان اتحاد کے قائل ہیں، واجب کو عین ممکن اور ممکن کو عین واجب جانتے ہیں اور "ہمہ اوست" کا دعوی کرتے ہیں، شیخ کا دامن اس الزام سے بری ہے، وہ ممکن کو ظل، عکس، پرتو، مظہر کہتے ہیں اور ظل بہر حال اصل سے جدا اور اصل کا غیر ہوتا ہے، ظلیت کی صراحت کے باوجود ان کے کلام سے عینیت ثابت کرنا غلط ہے، اگر ان سے کوئی ایسی عبارت منقول ہے تو اس کی تاویل ضروری ہے کیوں کہ حلول واتحاد کی نفی میں ان کی صریح عبارتیں موجود ہیں۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ یہ بات ملحدین نے شیخ اکبر ابن عربی کے خلاف پھیلائی ہے، امام شعرانی نے شیخ اکبر کی کتابوں سے ان کا مذہب اور حلول واتحاد کی نفی نقل کرکے واضح کیا ہے کہ شیخ اس خیال باطل سے بلا شبہہ بری ہیں، چند عبارتیں پیش ہیں:

شیخ اکبر فرماتے ہیں:

’’جو حلول کا قائل ہے وہ بیمار ہے کیوں کہ حلول کا قول ایک لاعلاج مرض ہے اور اتحاد کے قائل اہلِ الحاد ہیں جیسے حلول کے قائل اہلِ جہل و فضول ہیں۔‘‘(فتوحات، باب الاسرار)

حادث حوادث سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر قدیم کا حلول حادث میں ہو تو مجسّمہ کی بات درست ہو جائے۔ قدیم نہ حلول کرنے والا ہے، نہ اس میں کوئی شے حلول کرنے والی ہے۔ عاشق کہتا ہے: ’’أنا من أهوى ومن أهوى أنا‘‘۔ یہ تو زبانِ عشق و محبت کا کلام ہے، زبان علم و تحقیق کا کلام نہیں۔ اسی لیے ایسا قائل جب سُکر سے صحو میں آتا ہے تو اپنے قول سے رجوع کرتا ہے۔(فتوحات، باب الاسرار)

’’اگر یہ صحیح ہے کہ انسان، انسانیت سے اور ملک، ملکیت سے ترقی کر کے خالق جل وعلا سے متحد ہو جائے اور خلق، حق ہو جائے تو کسی کو کسی علم پر اعتماد نہ رہے اور محال واجب ہو جائے جب کہ قلبِ حقائق کی کوئی راہ نہیں۔‘‘ (فتوحات، باب:۳۱۴)

’’خلقت کبھی مرتبۂ حق عزوجل میں نہیں ہو سکتی، جیسے معلول کبھی مرتبۂ علت میں نہیں ہو سکتا۔‘‘(فتوحات، باب:۴۸)

’’کمال عرفان یہ ہے کہ عبد اور رب دونوں کا مشاہدہ ہو، جو عارف کسی بھی وقت مشاہدۂ عبد کی نفی کرے، وہ عارف نہیں۔ اس وقت وہ صاحبِ حال ہے اور صاحبِ حال سکر والا ہے جسے تحقیق نہیں ہوتی۔‘‘۔(لوائح الأنوار)

اب مسئلہ وحدت الوجود کو بھی سمجھ لیتے ہیں:

وحدۃ الوجود ایک خالص عرفانی مسئلہ ہے جسے سید المکاشفین شیخ اکبر محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی معروف بہ محی الدین ابن عربی قدس سرہ(۵۶۰ھ – ۶۳۸ھ) نے اپنی تصانیف میں شرح وبسط سے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وجود صرف ایک ہے جو عین ذات باری تعالی ہے، باقی سب اس کے مظاہر اور پر تو ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’مرتبہ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقةً اسی کی ذات سے خاص ہے۔ وحدتِ وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں یہیں ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حدِّ ذات میں اصلا وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے۔ ’’کل شيء هالك إلا وجهه.‘‘

اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، زید و عمرو، ہر شے خدا ہے۔ یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں۔ (امام احمد رضا قادری: کشف حقائق و اسرار دقائق (۱۳۰۸ھ) رضا اکیڈمی، ممبئی، ص: ۱۵)

وحدت الوجود حق ہے، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ارشادات اکابر سے ثابت ہے، اس کی مزید وضاحت کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک تحقیقی چشم کشا فتوی مع سوال کے پیش خدمت ہے:

مسئلہ ۲۶۸: از ریاست بہاولپور، مقام فرید آباد، ڈاک خانہ غوث پور، مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھوالحق بشرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجدد مائۃ حاضرہ، یاحضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

صد آداب نیاز مندانہ بجالاکر عارض ہوں کہ اس جگہ دربارۂ مسئلہ وحدۃ الوجود و سماع، علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے، مسئلہ وحدۃ الوجوہ حق ہے اور صحیح ہے جو انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاھلہ شرعًا درست ہے، ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتوٰی دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلاتخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذاللہ ملعون و کافر ہے، اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں، فلہذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بواپسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب، تاکہ تشویش اور خطرۂ ایمانی بین المسلمین نہ آئے، والأجر علی اللہ.

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے، اور وحدتِ وجود حق ہے، قرآن عظیم و احادیث و ارشاداتِ اکابرِ دین سے ثابت، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمۂ کفر ہے، رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ

والحاد، اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحادیہ کہ یہ بھی خدا، وہ بھی خدا، سب خدا ع

''گر فرق مراتب نکنی زندیقی''

(اگر تو فرق مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔ت)

حاش للہ، الٰہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الٰہ ہوسکتا ہے، نہ الٰہ عبد، اور وحدتِ وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (۲۸/ ۸۸)

(ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ت)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

أصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد: " ألا كلُّ شيءٍ ما خلا اللهَ باطلٌ ".

(الجامع الصحيح للبخاری، كتاب الأدب، باب مايجوز من الشعر والرجز، قديمی كتب خانہ كراچی، ۲/ ۹۰۸)

سب میں زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے: سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فأشهد أن الله لا رب غيره وأنك مامون على كل غائب

(المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، قصة إسلام سواد بن قارب دار الفكر بيروت ۳/ ۶۰۹)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

أقول: یہاں فرقے تین ہیں:

اول: خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائلِ وحدتِ وجود ہیں۔

سوم: اہلِ زندقہ وضلالت کہ الٰہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشے کی الوہیت کے مقر ہیں، ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوش نما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وللہ المثل الاعلی.

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اول: ناسمجھ بچے، انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں، جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم، اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس ہیں، اگر اس سے حجاب ہوجائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدومِ محض ہوجائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں، حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے، باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم: اہل نظر وعقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے، موجود ایک ہی ہے، یہ سب ظل وعکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیاۃ، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہوسکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ

ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔
سوم: عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے، ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی، انھوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص کہ نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا، جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعا انھیں ذمائم سے متّصف ہے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا اکبیرا. انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے، پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا، لیکن وجود حقیقی عزجلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پر تو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں: حقیقی، ذاتی، کہ متجلی کے لئے خاص ہے، اور ظلّی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے، اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حقِ حقیقت و عینِ معرفت۔ وللہ الحمد.

الحمدللہ الذی ھدانا لھذا وماکنا لنھتدی لولاان ھدانا اللہ، لقد جاءت رسل ربنا بالحق، صلی اللہ تعالٰی علیھم وعلی سیدھم ومولاھم وبارک وسلم۔

سماعِ مجرد کہ جملہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور معاذاللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا کفر اخبث کا سزاوار ہے، اس کی تفصیل فتاوی فقیر خصوصا رسالہ "اجل التحبیر" میں ہے، ہاں مزامیر شرعًا ناجائز ہیں، حضرت

اور ابن مقری نے ”ارشاد“ میں یہ صراحت کی کہ جو شخص ابن عربی کے گروہ کے یہود و نصاریٰ سے برے ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور ان کی یہ بات سچی ہے کیوں کہ یہ مسلمان کے درمیان گمراہی کا سبب اور جہالت کا باعث ہے خاص کر جب کہ ان کے بارے میں لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہو کہ یہ صوفی ہیں۔ اور عام لوگ مُوحِّد اور ملحد کی توحید کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ لہذا سید الطائفہ شیخ الطریقہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کو خوب اچھی یاد رکھو:

إنَّ طريقنا هذا مقيد بالكتاب والسنة، فمن لم يحفظ القرآن ولم يكتب الحديث، ولم يتفقه فلا يقتدى به.

”ہماری یہ طریقت کتاب و سنت کی پابند ہے تو جو نہ قرآن یاد کرے، نہ حدیث لکھے اور نہ دین کی سمجھ حاصل کرے اس کی پیروی نہ کی جائے“۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ فرمایا:

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: ”مزامیر حرام ست“۔ (مزامیر حرام ہیں۔ ت) اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۱۷۵- ۱۷۸، ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء)

اس مسئلہ کی مزید توضیح کے لیے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں:

(۱) الفتوحات الربانیۃ: از امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ

(۲) کشف حقائق واسرار دقائق: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

(۳) امام احمد رضا اور تصوف: از علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی

(۴) وحدۃ الوجود۔ مشائخ چشت کا منظور نگاہ نظریہ: از علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی مشمولہ فیضان غریب نواز نمبر، سال نامہ یادگار ایوبی، کشی نگر، ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء

من تصوف ولم يتفقّه فقد تزندق، ومن تفقّه ولم يتصوف فقد تفسّق، ومن جمع بينهما فقد تحقّق.

جس نے تصوف اختیار کیا اور فقہ (علم شریعت) حاصل نہیں کیا وہ زندیق ہوگیا اور جس نے فقہ حاصل کی اور تصوف اختیار نہیں کیا وہ فاسق ہوگیا اور جس نے دونوں چیزیں حاصل کیں اس نے (مقصود کو) پالیا۔

اللہ ہمیں حسنِ اعتقاد، صحیح اور پایدار توبہ، بلند اخلاص کے ساتھ علم نافع وعمل صالح، اور آخری وقت میں علم الیقین اور عین الیقین کے ساتھ حسنِ خاتمہ کی توفیق عطا فرمائے۔ مقامِ حق الیقین کے کشف کے ذریعہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔

وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆

فہرست آیاتِ قرآنیہ

آیت:	صفحہ
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ . . .	٣٠
اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ . . .	٣٠
لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا . . .	٣٤
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ . . .	٤٣
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۗ . . .	٤٤
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا . . .	٤٥
وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۗ . . .	٤٦
وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ . . .	٤٧
تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾ . . .	٤٧
فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿٧﴾ . . .	٤٨
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ . . .	٤٨
يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ . . .	٤٨

فہرست احادیث نبویہ

حدیث:	صفحہ
إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه...	٣١
من قال لا إلٰه إلا الله دخل الجنة...	٣٣
إنه يشفع لهذه الأمة أكثر من ربيعة ومضر...	٣٤
هذا أثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة...	٣٩
من رآني في المنام فقد رآني...	٤١
أنا أخشاكم لله...	٤٣
إن آخر من يخرج من النار رجل يقال له هناد...	٤٤
إنما الأعمال بالخواتيم...	٤٥

مصادر الآحاديث والآثار

- **سنن أبي داؤد**، لأبي داؤد سليمان بن الأشعث السجستاني، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان.
- **سنن الترمذي**، لأبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي السلمي، تحقيق: أحمد محمد شاكر وآخرون، دار إحياء التراث العربي.
- **سنن الدارمي**، لأبي محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، تحقيق :فواز أحمد زمرلي وخالد السبع العلمي، ط (١)، ١٤٠٧ھ، دار الكتاب العربي، بيروت
- **سنن النسائي الكبري**، لأبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، تحقيق: د. عبد الغفار البنداري، والسيد كسروي حسن، ط (١): ١٤١١ھ - ١٩٩١م ، دار الكتب العلمية، بيروت
- **شعب الإيمان**، للإمام الحافظ أبي بكر البيهقي، تحقيق: محمد سعيد بسيوني زغلول، ط: (١) ١٤١٠ھ، دار الكتب العلمية، بيروت.
- **صحيح ابن حبان**، للإمام أبي حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البستي، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، ط(٢) ١٤١٤ھ- ١٩٩٣م، موسسة الرسالة، بيروت
- **صحيح البخاري**، للإمام أبي عبد الله محمد بن

إسماعيل البخاري،ط(٣)١٤٠٧هـ- ١٩٨٧م، دار ابن كثير اليمامة ، بيروت.

- **صحيح مسلم**، للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري، النيسابوري، دار الجيل، بيروت.
- **كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال**، لعلاء الدين علين بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري، تحقيق: بكري حياني، صفوة الصقا، ط (٥): ١٤٠١هـ/ ١٩٨١م موسسة الرسالة.
- **مسند أبي يعلى**، للإمام أبي يعلي أحمد بن علي بن المثنى الموصلي التميمي، تحقيق: حسين سليم أسد، (ط) ١٤٠٤هـ- ١٩٨٤م، دار المأمون للتراث، دمشق.
- **مسند أبي عوانة**، للإمام أبي عوانة يعقوب بن اسحٰق الإسفرائيني، دار المعرفة ، بيروت.
- **المعجم الكبير**، لأبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد، ط (٢) ١٤٠٤هـ -١٩٨٣م مكتبة العلوم والحكم، الموصل.
- **سنن البيهقي الكبرى**، لأحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبي بكر البيهقي، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، ط: ١٤١٤هـ- ١٩٩٤ء، مكتبة دار الباز، مكة المكرمة.
- **مسند أحمد بن حنبل**، للإمام أحمد بن حنبل أبي عبد الله الشيباني مؤسسة قرطبة- القاهرة.

- **صحيح ابن خزيمة**، لمحمد بن إسحاق بن خزيمة أبي بكر السلمي النيسابوري (ط) ١٣٩٠هـ- ١٩٧٠ء المكتب الإسلامي، بيروت.
- **شرح معاني الآثار**، للإمام أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة أبي جعفر الطحاوي، تحقيق: محمد زهري النجار، ط (١): ١٣٩٩هـ.
- **سنن ابن ماجه**، للإمام محمد بن يزيد أبي عبد الله القزويني، تحقيق: محمد فؤاد الباقي، دار الفكر، بيروت.

☆ ☆ ☆ ☆ ☆